فسخ نکاح

(بسبب ظلم وزیادتی وشقاق بین الزوجین)

مولانا مفتی راشد حسین ندوی
(مہتمم مدرسہ ضیاءالعلوم-رائے بریلی)

طلاق ایک فطری ضرورت ہے:

اسلام دین فطرت ہے، اس کے احکام میں انسانی نفسیات (Human Psychology) کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، انسانی فطرت سے واقف کوئی بھی شخص نکاح ہی کی طرح طلاق کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کرسکتا، اسی لیے اسلام میں اگرچہ طلاق کو نہایت ناپسندیدہ اور مبغوض ترین عمل قرار دیا گیا، لیکن اس پر پابندی نہیں لگائی گئی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"أبغض الحلال إلى الله الطلاق"(أبو داؤد: ۲۱۷۸،ابن ماجة: ۲۰۱۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے اور طلاق پر پابندی نہ لگانے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی طلاق ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے اور اس سے کوئی چارہ کار نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ جن مذاہب میں طلاق ممنوع تھی، اس کے ماننے والے اس کی حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے اور انہیں اس کی اجازت دینی پڑی۔

طلاق وتفریق

پھر اسلام میں نکاح کو ختم کرنے کی بنیادی طور پر چار صورتیں ہیں:

(۱) طلاق؛ جس کا حق مرد کو دیا گیا ہے۔

(۲) خلع؛ اس کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ بھی طلاق کی ایک شکل ہے۔

(۳) فسخ وتفریق؛ یہ عورت کے مطالبہ پر عدالت اور دار القضاء کی طرف سے عمل میں آتا ہے۔

(۴) متارکہ؛ جو مرد وعورت کے درمیان کسی وجہ سے حرمت قائم ہوجانے کی صورت میں زوجین پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کریں۔

فسخ وتفریق

جیسا کہ عرض کیا گیا، فسخ وتفریق کا اختیار صرف قاضی کو ہوتا ہے، اس کے کچھ اسباب ہیں جن کے پائے جانے پر قاضی فسخ نکاح (Divorcement) کا فیصلہ کرسکتا ہے، پھر ان میں سے کچھ اسباب ایسے ہیں، جو دوسرے ائمہ کے ساتھ احناف کے نزدیک بھی قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتے ہیں، جیسے شوہر کا پاگل یا نامرد ہونا اور کچھ اسباب ایسے ہیں جو احناف کے اصل مسلک میں اگرچہ فسخ نکاح کا سبب نہیں بن سکتے، لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک بن سکتے ہیں اور ضرورت وحاجت کے پیش نظر احناف نے بھی دوسرے ائمہ کی رائے اختیار کرلی ہے اور ہندوستان کے دار القضاؤں میں اسی پر عمل ہے، انہی اسباب میں سے شوہر کی طرف سے بیوی پر ظلم وزیادتی نیز شقاق یعنی ایک دوسرے سے نفرت، عداوت اور دشمنی ہوجانے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مسئلہ بھی ہے، چونکہ راقم کو اسی سبب پر مقالہ لکھنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا ہم اس کی وضاحت قدرے تفصیل سے کرتے ہیں۔

شقاق کا مفہوم

جب میاں بیوی کے درمیان تعلقات آخری درجہ میں خراب ہوجائیں، ان کے درمیان نفرت پیدا ہوجائے اور وہ سمجھیں کہ اب ان کا ایک ساتھ رہنا اور ایک دوسرے کے

حقوق کا خیال رکھتے ہوئے زندگی گزار پانا مشکل ہے، خواہ یہ نفرت بیوی کو تکلیف دہ مار پیٹ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا بیوی کے نشوز کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو، یا دونوں خاندانوں کے درمیان دشمنی اور مقدمہ بازی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو، یا اسی طرح کی دوسری وجوہات سے پیدا ہوئی ہو، اس طرح کی صورت حال میں قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلاَحاً يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾(النساء: ٣٥)

اور اگر تمہیں ان دونوں کے آپس کے توڑ کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا عورت کے خاندان سے کھڑا کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں جوڑ پیدا فرمادے گا۔

شقاق کا مطلب

اس آیت کریمہ میں لفظ شقاق یعنی توڑ آیا ہے، لغت میں شقاق کا لفظ ''شق'' سے باب مفاعلت کا صیغہ ہے، جس کے معنی جانب کے ہوتے ہیں، جب دو فریقوں کے درمیان عداوت اور دشمنی نیز ایک دوسرے سے نفرت آخری درجہ کو پہنچ جائے تو اس کو شقاق کہتے ہیں، یعنی دونوں کے درمیان عداوت اتنی بڑھ گئی کہ دونوں الگ الگ رخ کیے ہوئے ہیں اور الگ الگ گوشہ اختیار کیے ہوئے ہیں، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

"المشاقة و الشقاق غلبة العداوة و الخلاف، شاقه مشاقه: خالفه (إلى) لأن كل فريق من فرقي العداوة قصد شقا أي ناحية غير ناحية صاحبه"(لسان العرب مادة شقق)

فقہاء نے شقاق کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اسی لغوی معنی کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ علامہ نوویؒ نے فرمایا: شقاق یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے مخالف گوشہ اختیار کرے:

"إن أصل الشقاق أن كل واحد منهما يأخذ غير شق

صاحبه"(المجموع شرح المهذب: ۹۹/۱۸، کتاب النکاح، باب النشوز، نیز دیکھئے: أحکام القرآن للجصاص: ۱۹۰/۲)

کیا زوجین کا تنافر شرط ہے؟

لفظ شقاق باب مفاعلت کا صیغہ ہے، جس کی خاصیت مشارکت کا تقاضا بہ ظاہر یہ ہونا چاہیے کہ جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے متنفر ہو جائیں تبھی شقاق مانا جائے، لیکن علماء نے صراحت کی ہے کہ ایک فریق کی طرف سے بھی تنفر ہو تو شقاق متحقق ہو جائے گا، اس لیے کہ ایک فریق نفرت کرے، دوسرا نہ کرے تب بھی وہ الگ گوشہ اختیار کرنے والا قرار دیا جائے گا اور مشارکت متحقق ہو جائے گی، علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"فذاك الشقاق إما أن يكون منهما أو منه أو منها أو يشكل"(التفسير الكبير، تفسير مفاتيح الغيب: ۹۲/۱۰)

(یہ شقاق یا دونوں کی طرف سے ہوگا یا مرد کی طرف سے یا عورت کی طرف سے یا معاملہ مبہم ہوگا)

حکمین کب مقرر کیے جائیں گے؟

زوجین کے درمیان شقاق اور مخالفت پیدا ہونے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، کبھی اس کا سبب بیوی کا نشوز (نافرمانی) ہوتا ہے، کبھی شوہر کا ظلم وزیادتی، کبھی دونوں میں سے کسی کی بدصورتی، اسی لیے شریعت نے اس کے حل کے لیے بھی مختلف مراحل رکھے ہیں، چنانچہ آیت شقاق میں آخری مرحلہ کا ذکر ہے، اس سے پہلے کی آیت میں ابتدائی مراحل کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا﴾(النساء: ۳٤)

اور جن عورتوں کی بدخوئی کا تمہیں ڈر ہو، تو ان کو سمجھاؤ اور ان کے بستر الگ کر دو اور ان کو

تنبیہ کرو، پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کسی راستہ کی تلاش میں مت پڑو۔

یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت شقاق سے مندرجہ ذیل ترتیب واضح ہوتی ہے:

(ترتیب احکام القرآن للجصاص:۲/۱۹۰ سے ماخوذ ہے۔)

۱-اگر مرد عورت کی طرف سے نافرمانی محسوس کرے تو مرد کو حکم دیا گیا کہ اسے سمجھائے، میاں بیوی کے حقوق وفرائض یاد دلائے اور اللہ کا خوف اس کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۲-اگر اس سے بات نہ بنے تو خواب گاہ الگ کردے اور اس کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے۔

۳-اس سے بھی بات نہ بنے تو ہلکی سی ضرب لگانے کی اجازت دی گئی، اگرچہ اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا، لیکن اجازت صرف ضرب غیر مبرح کی دی گئی، یعنی جس سے نہ جلد پر نشان پیدا ہو، نہ ہڈی متاثر ہو، نہ کھال پھٹے:

"وھو الذی یکسر العظم أو یخرق الجلد أو یسودہ"(رد المحتار: ۲۰۸/۳، باب التعزیر)

ساتھ ہی چہرے پر مارنے کی ممانعت کی گئی۔(ملاحظہ ہو:مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم: ۱۲۱۸، أبو داؤد: ۹۰۵، ابن ماجة: ۳۰۷٤، نیز دیکھئے:مسلم، کتاب اللباس، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه: ۲۱۱٦)

۴-اس سے بھی بات نہ بنے تو واضح ہوگیا کہ یہ اب ان کا نجی معاملہ نہیں رہا ہے، پورے معاشرہ کا معاملہ بن چکا ہے، لہٰذا اب معاملہ قاضی کے پاس ہی حل ہوسکتا ہے۔

۵-پھر جب قاضی کے پاس معاملہ آئے گا تو قاضی پوری کوشش کرے گا کہ فریقین کی شکایات کا ازالہ کرکے ان کے درمیان صلح کرادے۔

۶-اگر اس میں کامیابی نہ ملے تو قاضی معاملہ کی تحقیق کرے گا، اگر شقاق کی وجہ

قاضی کے نزدیک واضح طور پر ثابت ہوجائے تو وہ اس کے مطابق معاملہ حل کرے گا، مثلاً: اگر شوہر کا ظلم واضح ہوجائے تو امام مالک کے نزدیک قاضی بلا توقف تفریق کردے گا، احناف نے بھی حالات کے پیش نظر اسی قول کو اختیار کرلیا ہے اور ہندوستان کے دار القضاؤں میں اسی پر عمل ہے، جب کہ احناف کا اصل مسلک یہ تھا کہ قاضی تفریق نہیں کرے گا، بلکہ شوہر کو سزا دے گا:

’ادعت علی زوجها ضربا فاحشا وثبت ذلك عليه عزر“(شامی: ۲۰۸/۳، باب التعزیر،(تفصیل کے لیے دیکھئے: کتاب الفسخ والتفریق: ۱٤۵ وما بعد)

۷-اور اگر شقاق کا سبب واضح نہ ہو اور قاضی کی نصیحت نیز تعزیر وغیرہ سے مسئلہ حل نہ ہوسکے تو اس صورت میں قاضی حکمین مقرر کرے گا، علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

”وذلك إذا أشكل أمرهما ولم يدر ممن الاساءة منهما، فأما إن عرف الظالم فانه يؤخذ له الحق من صاحبه، ويجبر على ازالة الضرر“(الجامع لأحكام القرآن: ۱۷۵۵)

حکمین کو قاضی مقرر کرے گا

جمہور کے نزدیک آیت کریمہ ”فابعثوا“ کے مخاطب حکام ہیں اور اس موقع پر حکم بنانے کا اختیار ان کو دیا جارہا ہے، (اگرچہ زوجین اگر کسی کو حکم مقرر کرکے اس کو وکیل بنادیں تو جتنا اختیار وہ حکم کو دیں وکیل ہونے کی حیثیت سے وہ اس اختیار کو استعمال کرسکتا ہے) جب کہ بعض حضرات کے نزدیک اس کے مخاطب زوجین ہیں:

”والجمهور من العلماء على أن المخاطب بقوله: ”وإن خفتم“ الحكام والأمراء......وقيل المراد الزوجان......وقيل الخطاب للأولياء“(تفسیر قرطبی: ۱۷۵/۵، أحكام القرآن للجصاص: ۱۹۰/۲)

حکمین کے اختیارات

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ حکمین کی اصل ذمہ داری اور فریضہ یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں اور اتفاق پیدا کرنے میں دریغ نہ کریں اور ان کے درمیان جو خلیج اور دوری پیدا ہوگئی ہے اس کو مٹانے کی سعی کریں، اس لیے کہ ان کے تقرر کا مقصد ہی قرآن نے اسی کو بتایا ہے:

﴿إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحاً يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ (وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں جوڑ پیدا فرمادے گا)

چنانچہ امام جصاص رازی حنفی، ابن عرفہ دسوقی مالکی، خطیب شربینی شافعی وغیرہ نے اسی طرح کی صراحتیں کی ہیں:

"يجب عليهما فى مبدأ الأمر أن يصلحا بين الزوجين بكل أوجه أمكنهما لأجل الألفة وحسن العشرة" (حاشية الدسوقى: ۲۱۳/۳، باب فى النكاح، فصل إنما يجب القسم للزوجات، أحكام القرآن للجصاص، مغنى المحتاج: ۲۶۱/۳، كتاب القسم والنشوز)

لیکن ان کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو آراء ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ حکمین کی حیثیت میاں بیوی کے وکیل کی ہے، اگر شوہر نے حکم کو خلع وطلاق کا وکیل بنایا ہے تو وہ تفریق کراسکتا ہے ورنہ نہیں، یہ قول احناف، حضرت عطاء بن زید، حسن بصری اور ابوثور کا ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، امام جصاص رازی فرماتے ہیں:

"فقال أصحابنا: ليس للحكمين أن يفرقا إلا برضا الزوجين..الخ" (أحكام القرآن: ۱۹۲/۲)

حکمین کو زوجین کی رضامندی کے بغیر تفریق کرانے کا حق نہیں ہے، اس لیے کہ یہ حق حاکم کو حاصل نہیں ہے، تو حکمین کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے، حکمین صرف زوجین کے وکیل ہیں، ایک بیوی کا وکیل ہے، دوسرا خلع یا بغیر معاوضہ کے تفریق کرانے میں شوہر کا وکیل ہے، بشرطیکہ شوہر نے اس کو اس کا اختیار دیا ہو) (نیز دیکھئے: الجامع لأحكام القرآن للقرطبی المالکی: ۱۷٦/۵، البیان: ۵۳۲/۹، کتاب الصداق، باب النشوز، بداية المجتهد: ۹۹/۲، باب فی بعث الحکمین)

دوسری رائے یہ ہے کہ حکمین کو محسوس ہو کہ اصلاح مشکل ہے، تو وہ زوجین کے درمیان تفریق کرا سکتے ہیں، خواہ شوہر نے انہیں اس کا اختیار دیا ہو یا نہ دیا ہو، یہ امام مالک، امام اوزاعی، شعبی اور نخعی کا قول ہے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی ایک قول یہی ہے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

”وتفريقهما جائز على الزوجين سواء وافق حكم قاضي البلد أو خالفه وكلهما الزوجان بذلك أو لم يوكلاهما......وهو قول مالك والأوزاعي واسحاق“ (الجامع لأحکام القرآن: ۱۷٦/۵، بداية المجتهد: ۵۳۳/۹، کتاب الصداق، باب النشوز)

دونوں فریق بنیادی طور پر اسی آیت شقاق نیز حضرت علیؓ کے ایک اثر سے اپنے اپنے انداز میں استدلال کرتے ہیں، لیکن اختصار کے سبب اس مختصر تحریر میں دلائل سے صرف نظر کرنا ہی مناسب ہے، ان دلائل کے لیے اردو میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب ”طلاق وتفریق“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

دار القضاؤں میں امام مالک کے مسلک پر عمل ہے

ضرورت وحاجت کے پیش نظر شقاق کے مسئلہ میں احناف نے امام مالک کا قول اختیار کرلیا ہے، تاکہ عورت سے ظلم وتعدی کو دور کیا جا سکے، مولانا قاضی عبد الصمد رحمانی

سابق نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ لکھتے ہیں:

’’بہرحال زن وشوہر کے شقاق کی صورت میں جب عورت قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کرے اور جائز شکایت کی بنا پر شوہر سے تنگ آکر تفریق کا مطالبہ کرے، تو حنفی قاضی معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر امام مالک کے مسلک پر ان ابتدائی کاروائی کے بعد جن کا ذکر امام مالک کے مسلک کے تحت تیرہویں بنیاد میں ہو چکا ہے، با اختیار حکمین کے ذریعہ شقاق کے معاملہ کو ان کی تفصیل کے مطابق ختم کرادے۔‘‘ (کتاب الفسخ والتفریق: ١٥٦، تفریق کی چودہویں بنیاد، نیز دیکھئے: طلاق وتفریق، از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، صفحہ: ۶۹-۷۰، نیز صفحہ: ۱۰۳، جدید فقہی مسائل: ۳/۱۶۳، ومباحث فقہیہ، از: مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، صفحہ: ۴۸۹)

حکمین کی شرائط

جب کسی مسئلہ میں ضرورت وحاجت کے پیش نظر دوسرے مسلک کو اختیار کیا جائے تو اس مسلک کی تمام شرائط کا اختیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ قاضی عبدالصمد رحمانی کی تحریر میں گزر چکا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم حکمین کی مالکیہ کے نزدیک شرائط سے واقف ہوں اور ان کا تقرر اسی اعتبار سے کریں، مالکیہ نے تصریح کی ہے کہ حکمین میں سات شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) مسلمان ہوں (۲) بالغ ہوں

(۳) عاقل اور سمجھدار ہوں (۴) مرد ہوں

(۵) عادل ہوں (۶) متعلقہ احکام سے واقف ہوں، خواہ قاضی یا کسی اور کے سمجھانے ہی سے واقف ہوئے ہوں۔

(۷) آزاد ہوں۔

ابوعبداللہ خرشی لکھتے ہیں:

"يشترط فيه الذكورة والعدالة والرشد والفقه بما حكم فيه"(الخرشی: ٤/٨-٩، فصل إنما يجب قسم الزوجات والتاج والاكليل: ٥/٢٦٤، كتاب النكاح، فصل فی القسم بين الزوجات)

پھر مالکیہ کے یہاں یہ بھی واجب ہے کہ حکمین زوجین کے خاندان سے ہوں، لیکن اگر مذکورہ صفات کا کوئی شخص خاندان میں نہ ہو تو اجنبی کو حکم بنا سکتے ہیں، اس صورت میں مستحب یہ ہوگا کہ وہ ان کے پڑوسی ہوں:

"وإن لم يمكن فأجنبيين (إلى) لأن ظاهر الآية أن كونهما من أهلهما واجب شرط" (بلغة السالك بهامش الشرح الصغير: ٢/٥١٣، باب النكاح، القسم بين الزوجات، المدونة الكبرى: ٢/٢٣٤-٢٥٥، ما جاء فی الحكمين)

ساتھ ہی تفریق کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ حکمین تفریق پر متفق ہوں، ورنہ اگر ایک تفریق کرنا چاہے، دوسرا اس سے اختلاف کرے تو ان میں سے کسی کا بھی قول نافذ نہیں کیا جا سکتا:

"فان اختلف الحكمان لم ينفذ قولهما..الخ"(جامع أحكام القرآن: ٥/١٧٧، المدونة الكبرى: ٢/٢٥٧)

مالکیہ کے یہاں اس میں اختلاف ہے کہ کیا دو کے بجائے ایک حکم مقرر کرنا صحیح ہوگا؟ تو اگر زوجین کسی کو حکم بنائیں تو بالاتفاق ایک حکم کافی ہے، قاضی بنائے تو اختلاف ہے، لیکن راجح اس کا جواز ہے:

"والأظهر من القولين القول بالجواز"(حاشية الدسوقی: ٣/٢١٥)

والله أعلم بالصواب.